منزل بے منزلی

افسانہ

‘ڈونٹ بی سلی پاپا…ہوم میں آپ کو ہر طرح کا آرام ملے گا اور آپ کے ہوم چلے جانے کے بعد ہمیں بھی اطمینان نصیب ہوگا…میں اپنا کام بحسن و خوبی کر سکوں گا…کیا آپ میری ترقی نہیں چاہتے پاپا؟…’ میرے بیٹے کے الفاظ میں میری بہو کے الفاظ بھی شامل تھے۔

فیروز عابد

میں نے گھبرا کر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

‘نہیں بیٹا، سب ٹھیک ہے۔…ذرا سا پھسل گئی تھی۔…’

‘ماں تمہیں چوٹ تو نہیں لگی؟’ میرے دل کا سارا درد میری آنکھوں میں اتر آیا۔

‘بوڑھی عمر (بڑھاپے) میں ایسا ہوتا ہے، بیٹے۔…تیری آنکھیں کیوں بھر آئیں؟… پگلا کہیں کا!’

‘پاپا ذرا سنبھل کر چلیئے۔…اس طرح آپ کرتے رہے اور آپ کو کچھ ہوگیا تو کیا میں اپنی نوکری چھوڑ کر آپ کے پیچھے لگا رہوں گا؟…’

میرے بیٹے کی آنکھوں میں چنگاریاں بھر آئی تھیں۔

میں نے پھر پلٹ کر دیکھا۔ ارشد علی اپنی ماں سے لپٹا زار و قطار رو رہا ہے۔

‘اماں، آپ یہاں کیوں آگئیں؟…آپ کی پوتیاں آپ کو بے حد یاد کرتی ہیں اور روتی ہیں۔ گھر میں کس چیز کی کمی ہے؟ آپ نے بچپن میں ہمیشہ یہ کہا تھا، ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے، پھر آپ نے اپنے قدموں کو مجھ سے کیوں دور کرلیا ہے؟…آپ کی بہو تو آپ سے بے حد پیار کرتی ہے، پھر ایسا کیوں کیا اماں آپ نے؟…گھر چلیئے کہ آپ کے بغیر میری زندگی ادھوری ہے۔…’

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آنا چاہتی ہے مگر دور میرے گھر کے پچھواڑے میرا بیٹا کھڑا ہے جو مجھے اس لیے ڈانٹ رہا ہے کہ میں ڈالیا کے پودے لگا رہا ہوں، ‘ہاتھوں میں رعشہ پڑ گیا ہے اور آپ کو پودے لگانے کو سوجھی ہے۔… ہاتھوں کو زخمی کر کے ہمیں مصیبت میں ڈالیے گا۔…آپ گھر میں چپکے بیٹھ نہیں سکتے؟…’

لیڈی براؤن ماؤتھ آرگن بجا رہی ہے۔ آواز بڑی ہلکی ہے۔ اب انہیں زوروں کی کھانسی نے آگھیرا ہے۔ میں انہیں سنبھالنے کے لیے اٹھنا چاہتا ہوں مگر اس سے پہلے ارشد علی نے انہیں آرام کرسی پر لٹا دیا ہے۔ لیڈی براؤن کی آنکھوں میں انتظار ہے، اپنے بیٹے کا انتظار جو اسے اس ہوم میں یہ وعدہ کر کے رکھ گیا ہے کہ وہ بہت Busy ہے اور ماں کی دیکھ ریکھ ٹھیک سے نہیں کرسکتا۔ وہ اس سے روز ملتا رہے گا۔ آج ایک ماہ ہونے کو آئے، لیڈی براؤن کا بیٹا اس سے ملنے نہیں آیا۔

ارشد علی نے اپنی ماں کو اس ہوم میں نہیں رکھا لیکن وہ ہر شام اس سے ملنے یہ امید لے کر آتا ہے کہ اس کی ماں اس کے سوئیٹ ہوم میں جائے گی جس کی مٹھاس اس کے یہاں آجانے سے گم ہوگئی ہے۔

‘پاپا، کو بوڑھوں کے ہوم میں کیوں نہیں بھیجوا دیتے؟…ان کی تیمارداری پر کتنا خرچ کرو گے۔…ہمیں اپنے بچوں کے بارے میں سوچنا ہے کہ نہیں؟…’

میری بیوی کی آواز میں صدیوں کا فاصلہ تھا۔

‘میرا بیٹا کب آئے گا۔…وہ بہت Busy رہتا ہے۔ اس سے کہنا مجھ سے کبھی کبھی مل لے۔…’ لیڈی براؤن ارشد علی سے کہہ رہی ہیں۔ اب وہ نارمل ہوگئی ہیں لیکن ارشد علی کے چہرے پر دکھ اور حیرت دونوں کے سائے ہیں۔ میں نے ارشد علی کو متوجہ کرنے کے لیے کھانسنا شروع کردیا ہے۔

‘آپ رات بھر کھانستے رہتے ہیں اور سبھوں کی نیند خراب کرتے ہیں۔…آپ کو جو دوا دی جاتی ہے، وہ آپ کھاتے ہیں یا پھینک دیتے ہیں؟…اپنا نہیں تو ہمارے آرام کا خیال کیجیے۔…’ میرا بیٹا اب آرام کا مفہوم سمجھنے لگا ہے۔

لیڈی براؤن پھر ماؤتھ آرگن بجا رہی ہیں۔ ان کے ماؤتھ آرگن کی آواز اب نظام پیلس اور ہوٹل ہندوستان انٹرنیشنل کی سہ پہر کی گہما گہمی میں ڈوبنے لگی ہے۔ ہمارے برآمدے سے سارا منظر عیاں ہے، ہوٹل اور آفس…ہجوم گاڑیاں…ان گنت لوگ۔ زندگی کی تلخ و شیریں حکایتیں۔

‘اماں گھر واپس چلیئے۔… مجھ سے میری جنت نہ چھینئے۔…میرے بیٹے اور بیٹیوں کی مسکراہٹوں کو زندگی دیجیے۔…’ ارشد علی کی آواز گلوگیر ہے۔

میں نے سڑک کی طرف دیکھا۔ گاڑیاں منزل کو جا رہی ہیں، گاڑیاں بے منزل ہو رہی ہیں۔ تھکے ہارے لوگ خوش و خرم ہیں۔ آنکھوں کی سیاہ پتلیوں میں گھر آنگن کا دکھ سکھ دونوں ہے۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ لیڈی براؤن ایزی چیئر میں دراز ہیں۔ ان کا ماؤتھ آرگن ان کے سینے پر رکھا ہے ارشد علی جا چکا ہے اور اس کی ماں آہستہ آہستہ سوئیٹر بن رہی ہیں۔ یہاں سے وہاں تک سناٹا ہی سناٹا ہے۔ سڑک ہنگاموں کی جائے پناہ بنی ہے۔ گاڑیوں کے ہارن لوگوں کے میٹھے کھٹے، بھاری نرم اور کرخت الفاظ زندگی سے آنکھ ملانے …زندگی جھیلنے اور زندگی بنانے کے وسیلے ہیں۔

‘آپ گھر چلی جائیے ارشد علی کی ماں۔…گھر گھر ہوتا ہے اور ہوم، ہوم۔ …یہ بوڑھوں کا ہوم آپ جیسوں کے لیے نہیں ہے۔…یہ تو…’ میری یہ آواز میرے اندر ہی اندر گھٹتی چلی گئی۔ میرا بیٹا مجھے قہر آلود نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

میں نے آنکھیں موند لیں۔

‘ماں، میں آپ کے لیے وہیل چیئر لے آؤں گا…آپ اس پر بیٹھ کر برآمدے تک آسکیں گی۔ دل بہلا رہے گا…’ میں نے دیکھا۔ میری ماں رو رہی تھیں، ‘بیٹا، تیرے ساتھ انصاف نہیں ہوا…’

لیڈی براؤن نیند میں بڑبڑا رہی تھیں، ‘ولیم ولیم، مائی سن پلیز کم۔’

ولیم، لیڈی براؤن کا اکلوتا بیٹا ہے اور وہ کنوارہ ہے۔ اس نے اپنی ماں کو ‘ہوم’ میں رکھ دیا ہے۔ سنا ہے، وہ بہت مشغول رہتا ہے۔ اس نے کئی شہروں میں اپنے کاروبار کو پھیلا رکھا ہے۔ اسے مہینے میں ایک بار بھی فرصت نہیں ملتی کہ وہ اپنی ماں کو ایک نظر دیکھ ہی جائے۔ لیڈی براؤن سارا دن آرام کرسی پر پڑی اونگھتی رہتی ہیں۔ کبھی کبھی ان کے ماؤتھ آرگن کے ساتھ ہم لوگ ان کی ہچکیوں کی آوازیں بھی سنتے ہیں اور میں… میرا گھر تو بہت بڑا ہے۔ میری بیوی بیس برسوں پہلے مجھے تنہا کرگئی۔

بیٹا، بہو اور ایک پوتی۔…چھوٹا سا سنسار اور بہت بڑا گھر لیکن مجھے ہوم میں ڈال دیا گیا۔ شاید میرا بیٹا مثلث سے زیادہ کا شعور نہیں رکھتا۔ وہ بہت نفیس آدمی ہے، اس لیے الجھاوے سے دور رکھنا چاہتا ہے۔ زندگی کی بات کرتا ہے لیکن زندگی کے تقاضوں سے بھاگتا پھرتا ہے۔ نفاست پسندی نے اسے چڑچڑا بنا دیا ہے۔ ترتیب بہت اچھی چیز ہے لیکن ترتیب کے لیے بے ترتیبی کی سرحدوں سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔

سامنے کی سڑک روشنی میں نہائی ہوئی ہے۔ میں نے اپنی بیساکھی اٹھالی اور آس پاس اچٹتی نظر ڈالتا ‘ہوم’ کے پچھلے حصے میں آگیا۔ دور تک جنگل نما باغ ہے اور اس سے پیچھے سربفلک عمارتیں۔ زندگی کے سارے مفہوم سے آشنا بام و در کے ساتھ استادہ ہیں۔

‘ڈونٹ بی سلی پاپا۔…ہوم میں آپ کو ہر طرح کا آرام ملے گا اور آپ کے ہوم چلے جانے کے بعد ہمیں بھی اطمینان نصیب ہوگا۔…میں اپنا کام بحسن و خوبی کرسکوں گا۔…کیا آپ میری ترقی نہیں چاہتے پاپا؟…’ میرے بیٹے کے الفاظ میں میری بہو کے الفاظ بھی شامل تھے۔ میں نے پلٹ کر ہال نما کمرے کے اندر جھانکنے کی کوشش کی، سب سو رہے ہیں یا سونے کی کوشش کر رہے ہیں یا اپنی ماضی کی آنکھ مچولی سے بھاگ رہے ہیں…اور لطف اندوز بھی ہو رہے ہیں۔ ایسا اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہر رات میرے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

‘کیا کر رہے ہیں پاپا؟…بتی کیوں جلا رکھی ہے؟…’ میرا بیٹا بہت کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

صبح ہوگئی ہے۔ سورج سب سے مصافحے کیے جا رہا ہے۔ لیڈی براؤن کی انگلیوں میں ماؤتھ آرگن پھنسا ہوا ہے۔ ارشد علی کی والدہ سوئیٹر بن رہی ہیں۔ برآمدے میں دور دور تک ہم بوڑھوں کا قافلہ کرسی میں بیٹھا یا ایزی چیئر میں نیم دراز ہے۔ اونگھتی سڑک نے منہ پر چھینٹے مار لیے ہیں۔ منزل اور بے منزلی کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔

اچانک زور زور سے سیڑھی چڑھنے کی آوازوں نے مجھے دبوچ لیا۔ ہوم کے سنیئر ڈاکٹر آرہے ہیں۔ ساتھ میں ہوم کے ملازمین ہیں۔ میں نے اپنی بیساکھی اٹھانی چاہی مگر پتا نہیں کس چیز نے مجھے روک دیا۔ ہم سب کی نگاہیں کمرہ نمبر 5 کی طرف ہیں۔ ملازم وہیل اسٹریچر کو آہستہ آہستہ ایمرجنسی لفٹ کی طرف لے جارہے ہیں۔ جسم سفید چادر سے پورا ڈھکا ہوا ہے۔ ڈاکٹر کے قدم انتہائی سستی سے اٹھ رہے ہیں۔ کہیں کچھ بھی نہیں ہے۔ نا آہ و بکا، نہ سسکیاں نہ ماتم نہ چیخ۔ برآمدے سے دور سڑک ہنگاموں کی جائے پناہ بنی ہے اور یہاں سناٹا ہی سناٹا ہے۔

اچانک برآمدے کا سکوت لیڈی براؤن کے ماؤتھ آرگن کی آواز سے لچک کر ٹوٹ گیا۔ میرا دل میرے حلق میں اٹکنے لگا۔ آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔…دور بہت دور تک اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔…!!!! ■

c/o, Baitul Qasim,
12/3/H/1-Patwar Bagan Lane
Kolkata-700009

سہارا تبصرہ

رسالے کا نام : **ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ**
(بیت المقدس نمبر)
زیرادارت : **خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی**
پتہ : 114/31، نظیر آباد، لکھنؤ-226018، فون نمبر:0522-4079758
صفحات : 380، قیمت: 350 روپے
تبصرہ نگار : **خاور حسن**

اردو کی بدحالی کا رونا رونے والوں کی کمی نہیں ہے اور اردو کے خاموش خدمت گار لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ انہیں لوگوں میں خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی بھی ہیں جن کے زیرادارت ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ سے شائع کیا جاتا ہے۔ یہ رسالہ گزشتہ 92 سال سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ایک تعداد میں اس کے قارئین ہیں۔ اسی لیے یہ رسالہ آج بھی جاری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ 92 سال میں بدلتے حالات کی مناسبت سے اس میں تحریریں شائع کی گئی ہیں۔ اہم ترین مسئلوں، ایشوز اور شخصیات پر دستاویزی نوعیت کے خاص نمبر شائع کیے جاتے رہے ہیں۔ اسی لیے اس سے قارئین کی دلچسپی برقرار ہے۔ ماہنامہ الفرقان جاری کیوں ہے؟ کیوں اس کے پڑھنے والوں کی ایک تعداد ہے؟ یہ سمجھنے کے لیے بھی فروری تا جون 2024 کے اس کے خاص نمبر- بیت المقدس نمبر- کا مطالعہ کیا جانا چاہیے۔ مطالعے سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ الفرقان میں زبان و بیان کا پورا خیال رکھا جاتا ہے، مضامین کے انتخاب میں تنوع کو نظرانداز نہیں کیا جاتا۔

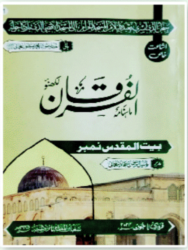

استثنٰی مثالوں کو چھوڑ دیں تو اس میں انہیں لوگوں کی تحریروں کو جگہ دی جاتی ہے جو کوئی بات یوں ہی نہیں کہتے، بات کہنے کے لیے دلائل پیش کرتے ہیں، حوالے دیتے ہیں۔ اسی لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ الفرقان کا کوئی خاص نمبر آئے اور موضوع گفتگو نہ بنے، مضامین لکھنے والے لوگ اس کی کاپیاں سنبھال کر نہ رکھیں تاکہ بعد میں ان کا استعمال حوالے کے لیے کرسکیں۔ ‘بیت المقدس نمبر’ بھی الفرقان کا ایسا ہی ایک خاص نمبر ہے۔ اس میں مضامین کا انتخاب کرتے وقت معیار کا خیال رکھا گیا ہے اور تنوع کا بھی۔

ماہنامہ الفرقان کا ‘بیت المقدس نمبر’ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں ‘فلسطین و بیت المقدس اسلام اور اہل اسلام کی نظر میں’ عنوان کے تحت 9 مضامین دیے گئے ہیں۔ پہلا مضمون پروفیسر ابوسفیان اصلاحی کا ‘فلسطین قرآن کریم میں’ ہے۔ یہ نہایت اہم مضمون ہے۔ دوسرا مضمون ‘مقدس سرزمین فلسطین اور نبوی بشارات و پیشین گوئیاں’ بھی اپنے موضوع کے لحاظ سے اہم مضمون ہے۔ اسے مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان نے تحریر کیا ہے۔ ان دونوں مضامین کو پڑھ کر آج کے ارض فلسطین کے حالات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ باب اول کے تحت دیگر مضامین بھی اہمیت کے حامل ہیں، ان میں بھی مولانا محمد فرمان ندوی کا مضمون ‘قضیۂ فلسطین اور اس کا اسلامی مزاج’ اور مولانا محمد رضی قاسمی بجنوری کا مضمون ‘قرآن کا معیار فتح و نصرت اور فلسطینی جدوجہد’۔

باب دوم میں ‘فلسطین و بیت المقدس قدیم و جدید تاریخ کی روشنی میں’ عنوان کے تحت 5 مضامین ہیں۔ یہ پانچوں مضامین معروف لوگوں نے تحریر کیے ہیں۔ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی کا مضمون ‘قضیۂ فلسطین تاریخ کی روشنی میں’ قابل مطالعہ ہے۔ دکتور احمد بن یغزر نے ایک اہم موضوع پر مضمون لکھا ہے۔ اس کا عنوان ‘مسئلۂ فلسطین میں الجزائر کا کردار (1920 سے 1954 تک)’ مطالعے سے دلچسپی پیدا کرتا ہے، کیونکہ عام طور پر مسئلۂ فلسطین کا ذکر کرتے وقت الجزائر کا تذکرہ تک نہیں کیا جاتا ہے۔

باب سوم میں ‘فلسطین و بیت المقدس اسلام دشمن نظریات و تاریخ کے آئینے میں’ عنوان کے تحت 4 مضامین دیے گئے ہیں۔ اس میں مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی کا مضمون ‘یہودیت اور اسلام’ اور مولانا مجیب الرحمٰن عتیق ندوی کا ‘یہودی ریاست اور آٹھویں دہائی کی نحوست’ قابل مطالعہ مضامین ہیں۔ ‘یہودیت اور اسلام’ تو پوری ایک کتاب کا موضوع ہے۔

باب چہارم میں ‘فلسطین: سرفروشی و جانبازی اور مزاحمتی جدوجہد کی تاریخ’ عنوان کے تحت 6 مضامین ہیں اور اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ مضامین مختلف موضوعات پر ہوں۔

باب پنجم میں ‘حالیہ جنگ ’’طوفان الاقصیٰ‘‘ اور مسلمانوں کی ذمہ داری’ عنوان کے تحت 10 مضامین شامل رسالہ ہیں۔ مضمون ‘سپہ سالار کی ہدایات’ شیخ اسماعیل ہنیہ کا خطاب ہے۔ عربی سے اس کا ترجمہ محمد حماد قاسمی نے کیا ہے۔ دیگر مضامین میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ مسئلۂ فلسطین اور حالیہ غزہ جنگ کو اس طرح نہ دیکھا جائے جیسے مغربی میڈیا دکھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ماہنامہ الفرقان کا ‘بیت المقدس نمبر’ اس لیے بھی خاص نمبر ہے کہ اس میں مسئلۂ فلسطین کو کئی زاویوں سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ بات باعث مسرت ہے کہ اردو میں اتنے اچھے نمبر شائع کیے جا رہے ہیں۔ ■

مقبول شاعر مشہور غزل

دل پہ جو گزری کوئی کیا جانے
یہ تو ہم جانیں یا خدا جانے

خاک جھیلے گا وہ مصیبت عشق
جو لگا کر نہ پھر بجھا جانے

تو ہی اپنا مقام جانتا ہے
اک ظلوم و جہول کیا جانے

کیا کرے عرض مدعا وہ بشر
ابتدا کو جو انتہا جانے

بادہ نوشوں کا حشر کیا ہوگا
مجھ بلانوش کی بلا جانے

بات رندی کی مجھ کو آتی ہے
پارسائی کی پارسا جانے

تجھ کو اپنی خبر نہیں اے جوش
تو خدائی کے راز کیا جانے

3 غزلیں

جو محبت سے مجھ کو بلاتا نہیں
اس کے در پر کبھی بھی میں جاتا نہیں

اس کی حرکت سے ہوتا ہے مجھ کو یہ شک
وہ ہوا میں محل تو بناتا نہیں

دسترس میں نہیں تھا کبھی جو مرے
اس کو خوابوں خیالوں میں لاتا نہیں

اس کو منزل کا کیسے ملے گا نشاں
ہر طرف جو نگاہیں گھماتا نہیں

آخر اخترؔ پہ سب کو بھروسہ ہے کیوں
کہ وہ کچھ بھی کسی کا دباتا نہیں

شمیم اخترؔ
5,PM Bustee, 4Th Lane, Shibpur,
Howrah-711102

تیری یادوں سے دوستی ہوگی
جب مری خود سے دشمنی ہوگی

آپ آئیں گے لوٹ جائیں گے
یہ مسرت بھی عارضی ہوگی

دن تو تھک ہار کے سو جائے گا
رات آنکھوں میں جاگتی ہوگی

آخرت کی بھی فکر کیجے ذرا
زندگی وہ ہی دائمی ہوگی

پھر صباؔ زخم دل مہک اٹھے
پھر ہوا درد کی چلی ہوگی

ترنم صباؔ
Kanpur
Uttar Pradesh

قول و عمل میں جس کے مکمل تضاد ہے
اس آدمی میں کھوٹ ہے، بغض و عناد ہے

احسان بھول جاتا ہے پل بھر میں مطلبی
پھر بھی وہ خود کو کہہ رہا بااعتماد ہے

کہتا ہے آفتاب وہ ذرے کو اس لیے
باتوں میں اس کی دیکھیے پنہاں مفاد ہے

مٹتی نہیں وہ قوم مٹانے سے بالیقیں
جس قوم میں ہے میل جول، اتحاد ہے

انجان سے رفیعؔ نہ کبھی دوستی کرو!
کچھ دوستوں کی دوستی وجہ فساد ہے

رفیعؔ نعمانی
Pakri Khurd
Maharajganj-273303

فہرست

شمشیر علی شعلہ

‘**عید مبارک** اسلم بھائی جان۔’

‘آپ کو بھی عید مبارک مگر میں گلے نہیں مل سکتا۔’ اسلم نے ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ‘قربانی کا گوشت تقسیم کرنے نکلا تھا، اس لیے دونوں ہاتھ گوشت کی تھیلیوں سے بھرا پڑا تھا۔’

‘کوئی بات نہیں، بھائی!… پہلے غریبوں میں تبرک تقسیم کیجیے۔’

اتنے میں ایک مسکین ہاتھ پھیلائے آ کھڑا ہوگیا۔ عاجزی سے اس نے کہا، ‘خدا کی راہ میں مجھے بھی تبرک عنایت کیجیے گا، صاحب۔’

‘فاضل تبرک نہیں ہے، بھائی!…یہ تبرک ان تک پہنچے گا جن کا نام اس فہرست میں درج ہے۔’ اس نے ایک کاغذ کی فہرست دکھلاتے ہوئے کہا۔

‘واہ بھئی واہ!…آپ غریبوں اور مسکینوں کو بھی فہرست دیکھ کر گوشت تقسیم کرتے ہیں؟’

‘ارے نہیں، بھائی!…یہ فہرست غریبوں اور مسکینوں کی نہیں ہے۔ یہ فہرست تو ہمارے رشتہ داروں، دوستوں کی ہے اور جو کچھ باقی بچے گا تو غریبوں میں بانٹ کر ثواب ضرور کماؤں گا۔’

اسلم آگے بڑھ گیا۔

‘میں بھی تو ان کے احباب میں شامل ہوں۔…میرا نام بھی تو اس فہرست میں ہونا چاہیے تھا مگر…’ ■